روزنامہ
الفضل ربوہ
فون نمبر: ۴۴۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۳۹-۷۴ | سوموار ۱۸ محرم الحرام ۱۴۱۰ھ، ۲۱ ظہور ۱۳۶۸ہش، ۲۱ اگست ۱۹۸۹ء | نمبر ۱۸۹

اخبارِ احمدیہ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیہ جماعت یو۔کے کا جلسہ الٰہی برکات کے جلو میں بخیر و خوبی انجام پایا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ بعض حکومتوں نے اپنے نمائندے جن میں وزراء بھی شامل تھے اس جلسے کے لئے بھیجے۔ حضورِ انور نے ان سب کیلئے دعا کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان حکومتوں کو بہتر اجر عطا فرمائے گا۔ جیسے جیسے ہمیں جلسہ کی رپورٹیں موصول ہوتی رہیں گی ہم اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے رہیں گے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پاکستان کے حالات کے لئے دعا کریں کہ قادیان میں جلسہ ہو تو پاکستانی احمدی وہاں جا سکیں

پاکستان کے عوام اس ظلم میں شامل نہیں جو احمدیوں پر کیا جا رہا ہے

مرکزی حکومت بھی اس سے بری معلوم ہوتی ہے

جاپانیوں کے اخلاق سے اتنا متأثر ہوا ہوں کہ اتنا کسی اور قوم کے اخلاق سے متأثر نہیں ہوا

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے ۲۸ جولائی ۱۹۸۹ء کو ناگویا (جاپان) میں خطبہ ارشاد فرمایا ...... حضور نے فرمایا (خلاصہ)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا جماعت احمدیہ کے تشکر کے سال میں دنیا کی جماعتوں کی یہ خواہش تھی کہ اگر میں وہاں نہیں جا سکتا تو کم سے کم ان کے قریب کسی ملک میں آجاؤں تاکہ زیادہ سے زیادہ احمدی دوستوں کو اس خاص سال میں ملاقات کا موقعہ مل سکے۔ اس سلسلہ میں یہ تو ممکن نہیں تھا کہ بیک وقت ساری دنیا کا یا ان ممالک کا ہی دورہ کیا جا سکے جو بطور مراکز مقرر ہوں۔ لیکن یہ ممکن تھا اور یہی کیا گیا کہ مختلف حصوں میں یہ دورہ مکمل کیا گیا۔

افریقہ کا دورہ تو گزشتہ صدی کے آخر پر ہی شروع کیا گیا تھا تاکہ کچھ وقت بچ سکے اور گزشتہ صدی کے آخر اور آئندہ صدی کی تیاری کے سلسلہ میں ان کو ہدایات دی جا سکیں۔ کچھ یورپ کا دورہ نئے سال میں کیا گیا۔ اور سب سے پہلا دورہ آئرلینڈ کا تھا جہاں نیا مشن کھولا گیا تھا۔ اس کے بعد یہ ورلڈ ٹور شروع ہوا ہے جس میں جاپان وہ آخری ملک ہے جو اس دورہ میں شامل کیا گیا۔ اس کے بعد جلسہ سے فراغت کے بعد دنیا کے جن ممالک تک بھی رسائی ہو سکتی ہے وہاں جانے کی کوشش کی جائے گی۔

لیکن اگر حالات سازگار رہے اگر حکومت نے اجازت دی تو میرے نزدیک سب سے اہم سفر قادیان کا ہوگا۔ کیونکہ ایک سو سال کے بعد پھر وہاں ایسا جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی توفیق ملے گی جہاں جماعت کی نمائندگی میں خود امام جماعت اور جماعت کے باقی نمائندگان بھی شامل ہوں۔ اس سلسلہ میں پہلے تو میں دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ خصوصیت سے پاکستان کے حالات کے لئے بھی دعا کریں کہ وہاں ایسے سازگار حالات ہو جائیں کہ جلسہ پر تشریف لانے والوں کے لئے کوئی دقتیں نہ ہوں ورنہ ایک بہت ہی تکلیف دہ شکل پیدا ہو جائے گی کہ جلسہ پر آنے والوں سے مقامی ملاں اپنا انتقام لے رہے ہوں گے، ان کو ہر طرح کے دکھ پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ یہ وہ فکر ہے جس کی وجہ سے طبیعت میں کچھ تردد رہتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حالات بدل دے اور یہ یقین ہو کہ پاکستانی احمدی بغیر تکلیف کے اس جلسہ میں شرکت کر سکیں گے تو میرے نزدیک یہ بہت ہی اہم جلسہ ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور نے فرمایا سفر جاپان سے متعلق کچھ کہنے سے پہلے میں چک سکندر کے ہولناک واقعہ سے متعلق کچھ باتیں آپ کے سامنے رکھنی چاہتا ہوں۔ حضور نے فرمایا قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ جماعت کے گھروں کو آگ سے جلانے اور انہیں آگ کا عذاب دیئے جلنے کے حالات آئیں گے اور جو لوگ اس کو دہرائیں گے ان پر خدا کا عذاب شدت سے نازل ہوگا اور انہیں بہت سختی سے خدا کی ملامت کا نشانہ بنایا جائے گا۔ خدا اپنی قدر کو اسی طرح دہرائے گا جس طرح انہوں نے عذاب کو دہرایا ہوگا۔

حضور نے گذشتہ خطبہ جمعہ کے حوالہ سے جماعت پر مظالم کو دہرانے والی دونوں پارٹیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن پاک کی سورۃ بروج کی آیات ان حالات پر بعینہٖ چسپاں ہو رہی ہیں۔ یہ کوئی اتفاقی حادثات نہیں ہیں۔ ان میں ایسی جماعتوں کا ذکر ہے جو ایک دفعہ جماعت کے گھر جلائیں گی اور پھر وہ دوبارہ طاقت پکڑیں گی اور پھر وہی کام کریں گی۔ ان کے لئے قرآن کریم میں شدید عذاب کی خبر ہے۔

حضور نے فرمایا ان کے ظلم اور سفاکی کی حد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد کے موقعہ کے لئے جو ہدایات دی ہیں ان میں سے ہر ایک کی نافرمانی کی گئی۔ چنانچہ ان اسلامی جہاد کرنے والوں نے احمدی عورتوں، بوڑھوں اور بچوں پر حملہ کیا اور ایک بچی خدا کی راہ میں قربان ہوئی۔ بڑے

باقی صفحہ نمبر ۳ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دار النصر غربی ربوہ، قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسے

۲۱ ظہور ۱۳۶۸ ہش ۲۱ اگست ۱۹۸۹ء

ہمارا اپنا حصّہ

انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اور اس کائنات میں جو کچھ ہے وہ سب اسی کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز اسی کیلئے مسخر کی ہے۔ اور ہر چیز کسی نہ کسی رنگ میں اس کی بہبود کے لئے مصروف کار ہے۔ یا وہ اسے اپنے فائدے کیلئے استعمال کر سکتا ہے۔ لیکن جب ہم کہتے ہیں کہ سب کچھ انسان کیلئے ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کسی ایک شخص یا کسی ایک گروہ کیلئے۔ بلکہ ساری دنیا کے سب انسانوں کے لئے۔ یہی ایک ایسا نظریہ ہے جو انسان کو انسان سے ہمدردی سکھاتا ہے۔ اور اپنے آپ کو ایک طرف رکھ کے دوسروں کی ضروریات پوری کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس وقت جو انسانوں میں۔ انسانوں کے گروہوں میں۔ اور ملکوں میں ایک دوسرے سے تفاوت نظر آتا ہے۔ کسی کے پاس بہت کم اور کسی کے پاس بہت زیادہ۔ کوئی بہت امیر اور کوئی بہت غریب۔ کوئی بہت زیادہ مقروض اور کوئی بہت بڑا قرض خواہ۔ یہ انسانی سوچ کو صحیح خطوط پر نہ چلا سکنے کی وجہ سے ہے۔ ہر شخص اور ہر ملک یہ چاہے کہ میرے ہی پاس سب سے زیادہ مال و دولت ہو۔ اور وہ اسے سمیٹنا بھی شروع کر دے تو انسانیت ایسے خانوں میں بٹ جائے گی جہاں حرص و ہوس کا تو راج ہوگا ہمدردی نام کو بھی نہ مل سکے گی۔

اس کے برعکس اگر ہر شخص اور ہر ملک یہ سمجھے کہ دنیا کی ساری دولت سب انسانوں کے لئے ہے۔ اور کالے، گورے اور بھورے سب انسان ہی ہیں تو دنیا کا نقشہ ہی بدل جائے گا۔ ہر شخص اپنے لئے کم سے کم لے گا اور دوسروں کو زیادہ سے زیادہ دینے کی کوشش کرے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کتنا پیارا ہے

"میرے لئے دنیا کا اسی قدر حصّہ کافی ہے جس سے مَیں حرکت کر سکوں۔ میری مثال یہ ہے کہ جیسے ایک مسافر سخت گرمی کے دنوں میں اونٹ پر جا رہا ہو اور جب سورج کی تپش سے بہت تنگ آوے تو ایک درخت کو دیکھ کر اس کے نیچے ذرا آرام کر لیوے اور جونہی کہ پسینہ خشک ہو پھر اٹھ کر چل پڑے"

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں "یہ ہے اسوۂ حسنہ" دنیا میں کتنے انسان صرف اسی قدر پر مطمئن ہیں۔ اور اگر نہیں ہیں تو آپ نے دیکھا دنیا کن حالات میں سے گذر رہی ہے۔

جس شے پہ اختیار نہیں اس کو سوچ کر
کیوں اور بوجھ لاد دوں مَیں دِل کے بوجھ پر
بہتر ہے ایسی بات سپردِ خدا کروں
لَب پر سکوت اور اسی پر رہے نظر

ـــــــ ابوالاقبال

فقیہِ شہر

قبولِ عام ہے شیریں بیانیٔ ساقی
فقیہِ شہر کی ہے شہر بھر سے ناچاقی

نہیں ہے شورشِ واعظ کا کوئی لُبِّ لباب
فقط ہے چرب زبانی میں اُس کی مشّاقی

ہوئی ہے شعلہ نوائی وہ برسرِ منبر
محبّتیں جو کبھی تھیں، رہیں نہیں باقی

یہ زہر اُگلتا ہے، لیکن اُسے نہیں معلوم
کہ زہر میں بھی ہے موجود خُوئے تریاقی

اگر اُسے کبھی یہ اختیار مِل جائے
تو چھین لے یہ خدا سے بھی اُس کی رزّاقی

دروغِ مصلحت آمیز اِس کی کمزوری
مگر ہے قوّتِ قولِ سدید آفاقی

سیاہیٔ دِل کی خدا سے بھی کیا چھپا لیں گے
کلاہ و جُبّہ و دستار و رِیش برّاقی

"کرے گی داورِ محشر کو شرمسار اِک روز
کتابِ صوفی و مُلّا کی سادہ اوراقی!"
(اقبالؔ)

عبدالمنان ناہیدؔ

(بشکریہ ہفت روزہ "لاہور" ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۷ء صفحہ ۶)

بقیہ: خطاب

بڑے مظالم میں بھی جانوروں کو نہیں مارا جاتا لیکن انہوں نے احمدیوں کے جانوروں کو مارا اور آگیں بھی لگائیں۔ گویا سفاکی کی حد تک پہنچ چکے ہیں۔ حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے حملہ کرنے والی ایک جاہل اور وحشی قوم کا جو نقشہ کھینچا ہے بعینہٖ وہ ان حالات پر صادق آتا ہے۔ اس لئے خدائی نصرت کے جو وعدے ہیں اور قرآن میں خدا نے خود انتقام لینے کی جو خبر دی ہے اس کے پورا ہونے کے متعلق کوئی احمدی واہمہ بھی نہیں کر سکتا کہ نہیں ہوگا۔

حضور نے فرمایا بعد کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ مرکزی حکومت کا اس میں دخل نہیں بلکہ پنجاب کی مسلم لیگ حکومت نے جماعت اسلامی کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے حکومت کی سطح پر اس سازش کو پکایا ہے۔ چنانچہ ڈی سی، ایس پی اور مقامی ممبر (پنجاب اسمبلی) اس میں پوری طرح شامل تھے۔ یہ ممبران کو ہدایات دیتا اور پنجاب حکومت کے احکامات ان تک منتقل کر رہا تھا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلم لیگ نے اس بات کو دہرایا ہے اور ۱۹۵۳ء میں بھی وہی ذمہ دار تھی۔ خدا نے اس جرم میں ۳۶ سال ان کو ذلیل و رسوا کیا اور پاکستان کے قیام کا موجب بننے والی اتنی بڑی پارٹی احمدیت پر مظالم کے نتیجہ میں ایسی ذلیل اور رُسوا ہوئی کہ گویا سیاست سے اسکی صف لپیٹ دی گئی۔ لیکن قرآنی پیشگوئی کے مطابق ان کو دوبارہ موقعہ ضرور ملنا تھا۔ مگر وہی سفاکی اور بے حیائی انہوں نے دوبارہ ظاہر کی جو اس سے پہلے ایک دفعہ کر چکے تھے۔ اور عجیب اتفاق ہے کہ اس وقت بھی جماعت اسلامی ان کے ساتھ تھی۔ پس حالات بعینہٖ اسی طرح ظاہر ہوئے ہیں۔

حضور نے فرمایا گذشتہ خطبہ جمعہ میں میں نے اس امر کا اظہار کیا تھا کہ جس طرح خدا نے صاحبزادہ عبداللطیف صاحب پر ظلم کرنے والوں پر گذشتہ سو سال سے اپنی گرفت ڈھیلی نہیں کی اس طرح ہو سکتا ہے کہ پاکستان پر بھی ایسے ہی حالات ہوں لیکن بعد میں مزید غور کرنے اور دُعا کے نتیجہ میں میں اس امر کی تشریح کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ دل نہیں چاہتا کہ ہمارے وطن پر ویسے ہی حالات پیدا ہوں۔ چنانچہ دُعا سے مجھے یہ تسلی ہوئی کہ خدا کی تقدیر پاکستان سے یہ سلوک نہیں کرے گی۔ کیونکہ عوام الناس اس ظلم میں شامل نہیں اور انہوں نے ہر موقعہ پر مولویوں کی باتوں میں آنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس لئے ہمیں دُعا بھی کرنی چاہئے اور امید بھی رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو ظلم میں اس حد تک بڑھنے سے روک دے گا کہ جس کے بعد قوموں کی ہلاکت کے فیصلے کئے جاتے ہیں۔ اور اس ملک کو خدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی اشاعت کا از سر نو مرکز بنا دیگا۔

جماعت احمدیہ جاپان کو نصیحت کرتے ہوئے حضور انور نے فرمایا آج تک میں کسی قوم کے اخلاق سے اتنا متاثر نہیں ہوا جتنا جاپانی قوم کے اخلاق سے متاثر ہوا ہوں۔ ان کے اندر سچائی ہے، انکساری ہے۔ اور یہ ایسے خُلق ہیں جنہیں ہمیشہ خدا پیار سے دیکھتا ہے۔ یہ لوگ معاملات میں صاف ہیں اور وعدے کے سچے۔ لیکن بدقسمتی سے بعض مسلمان ممالک نے ان کے ساتھ بد مثالیں قائم کی ہیں۔ جس کی وجہ سے اسلام کی نہایت بھیانک تصویر یہاں قائم کی گئی ہے۔ اس لئے جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ ان اخلاق میں آپ ان سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ آپکے پیچھے ایک عظیم الشان مذہب کی تعلیم ہے۔

پس آپ ان میں دین حق کی غلط تصویر کو اپنے اعلیٰ حُسنِ اخلاق کے ذریعہ سے مٹائیں اور اس کی جگہ بہترین نقش ان کے دل میں جمائیں۔ یہی ایک ربط ہے جس کے ذریعہ دین حق پر ہونے والے گذشتہ مظالم کی تلافی ہو سکتی ہے۔

حضور نے فرمایا یہاں اسلام کی تصویر اتنی بھیانک بن چکی ہے کہ سمجھ نہیں آتی کہ کس طرح ان کے دل صاف کئے جائیں۔ پس میرے نزدیک سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ احمدی اُن اخلاق میں ان سے آگے بڑھیں جن میں دُنیا کے لئے یہ ایک نمونہ بن چکے ہیں۔ حُسنِ سلوک اور محبت سے انہیں سمجھائیں کہ اصل دین حق یہ ہے جو ہم آپ کے سامنے اپنے نمونہ سے پیش کر رہے ہیں۔ یہ (جاپانی) قوم بڑی ذہین ہے اور جب ذہانت اور خلق اکٹھے مل جائیں تو قوموں کو بہت بڑی عظمت حاصل ہو جاتی ہے اور یہی دو چیزیں ان کی انڈسٹری کی کامیابی کی بڑی وجہ ہیں۔ اور انہی کی وجہ سے دنیا کی کوئی قوم ان کو شکست نہیں دے سکتی۔ اس لئے اب اگلا قدم یہ ہے کہ اگر مذہب کا ایسا تصور پیش کیا جائے جو عقلوں کو مطمئن کرتا ہو تو یہ قومیں اس کو قبول کرنے کے لئے پہلے سے تیار بیٹھی ہیں۔ یہ قومیں اپنے عملی نمونہ سے دین حق میں داخل ہو چکی ہیں۔ اب خدا سے تعلق کا قیام باقی رہتا ہے جو کہ آپ کا کام ہے۔ آپ یہ تعلق قائم کروائیں۔ اگر آپ دین حق کو عقلی اور منطقی طور پر پیش کریں تو INTELLIGENT ہونے کی وجہ سے یہ دین حق کو قبول کرنے کے لئے تیار ہوں گی۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو ان کی اگلی نسلیں ان اخلاق اور مذہب سے دور ہٹ جائیں گی۔ کیونکہ میں یہاں پر مغربی اقوام کے بد اخلاق مادہ پرستی کے اثرات دیکھ رہا ہوں۔ اس لئے اگر جماعت احمدیہ نے ان تک دین حق کا سچا پیغام نہ پہنچایا تو ان کی آئندہ نسلوں کی حفاظت کی کوئی ضمانت نہیں ہوگی۔ کیونکہ بدیوں میں مبتلا ہونے کے بعد جاپانی اخلاق کی حفاظت نہیں ہو سکتی۔

حضور نے فرمایا کہ چونکہ انہوں نے جماعت سے اچھا سلوک کیا ہے۔ اس لئے آپکا فرض ہے کہ آپ بہتر حسن سلوک کے ساتھ اس کا جواب دیں۔ ان کو تیزی کے ساتھ سچے مذہب اور خدا کی طرف مائل کریں، اپنے نمونہ سے بتائیں کہ ہم خدا والے لوگ ہیں۔ وہ ہم سے محبت رکھتا اور ہماری باتوں کا جواب دیتا ہے۔ اس رنگ میں اگر آپ انہیں خدا کے قریب کر دیں تو مجھے یقین ہے کہ اس مقصد کے لئے یہ تیار بیٹھے ہیں۔ اور اگر جاپان احمدی ہو جائے تو دنیا میں عظیم الشان تغیر برپا ہو سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے دین حق کی محبت کا بھی یہی تقاضا ہے اور قوموں کے حسنِ خلق کی جزا کا بھی یہ تقاضا ہے کہ آپ اپنے آپ کو پاکستان کا نہیں بلکہ خدا اور دین حق کا نمائندہ بنائیں۔ اور اپنی زندگیوں کو ایسے رنگ میں ڈھالیں جو خدا کے نمائندہ کو زیب دیتا ہو۔

اللہ آپ میں سے وہ خوش نصیب پیدا فرمائے جو ان کے دل فتح کرنے والے بنیں۔

تلقینِ عمل

خواہشِ عیش مٹا دی جائے
نفسِ سرکش کو سزا دی جائے

بات یونہی نہ بڑھا دی جائے
غلطی ہو تو سزا دی جائے

لگ بھی جائے تو بجھا دی جائے
یہ نہیں! اور ہوا دی جائے

مژدہ عام ہے بیماروں کو
ہر طرف دھوم مچا دی جائے

سوزشِ غم کا تقاضہ ہے یہی
آگ ہر دل میں لگا دی جائے

کوئی خانہ بھی نہ تاریک رہے
شمع ہر دل میں جلا دی جائے

جھولیاں بھر کے زمانے کو
دولتِ عشق لٹا دی جائے

شیشۂ دل کو مُجلّا کر کے
اُنکی تصویر سجا دی جائے

دِل سے نکلے یہ بُتِ کبر و انا
راہ سے اینٹ ہٹا دی جائے

لوحِ دل پر ہو جو نقشِ باطل
ایسی تحریر مٹا دی جائے

خانۂ ظلم و جفاکاری کی
اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے

مجھ سے نفرت تو مبارک اُنکو
وجہِ نفرت تو بتا دی جائے

جو معالج کے بھی دشمن بن جائیں
کس طرح ان کو دوا دی جائے

حق نواؤں کے جو دشمن ہوں سلیم
نظم یہ ان کو سُنا دی جائے

—— سلیم شاہجہانپوری ——

Digitized by Khilafat Library Rabwah

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شذرات
نون سین

ماں بچے کی تربیت

ڈاکٹر بیری بریزلٹن BERRY BRAZELTON کی اس وقت عمر ۷۱ سال ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بچپن میں مَیں ایک بہت بڑی فیملی کا فرد تھا اور دوسرے بچوں کو میرے سپرد کر دیا جاتا تھا کہ مَیں ان کی دیکھ بھال کروں۔ اور مَیں اس بات کو بہت پسند کیا کرتا تھا، اسی لئے مجھے ساری عمر بچوں سے محبت رہی۔ مَیں نے ان کا خیال رکھا اور ان کا خیال رکھنے کی وجہ سے ہی مجھ میں یہ جذبہ پیدا ہوا کہ اگر ان کی بہبود کے لئے کچھ کرنا ہے تو مجھے ان کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

اب وہ ایک ایسے پراجیکٹ کے سربراہ ہیں جو اقوام متحدہ کے ادارے یونی سیف (UNICEF) کے ساتھ مِل کر ماؤں اور بچوں کی، خاص طور پر ترقی پذیر ممالک میں، بہبود کا خیال رکھتے ہیں، وہ ساری دنیا میں دورے کر کے ماؤں کو اس بات کی تربیت دیتے ہیں کہ وہ بچوں کی کس طرح نگہداشت کریں۔ یہ پراجیکٹ ۲۴ مختلف ممالک پر مشتمل ہے اور ڈاکٹر بیری بریزلٹن ان ممالک میں بنفس نفیس جاکر لوگوں سے متعلقہ موضوع پر گفتگو کرتے ہیں۔ آپ بچوں کی نگہداشت کے ماہر ہیں۔ بہت سی بہترین کتابیں تصنیف کر چکے ہیں اور امریکہ کی کیبل ٹیلیویژن پر بارہا پروگرام پیش کرنے کی وجہ سے ان کا چہرہ خاصا شناسا ہے۔ یہ تمام پروگرام والدین کی ذمہ داریوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر بریزلٹن کا کہنا ہے کہ بچوں کی زندگی کا معیار ایک ایسی بات ہے جس کیلئے مَیں ہمیشہ فکرمند رہتا ہوں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بچوں کا زندہ رکھنا بھی ضروری ہے یعنی بچوں کی شرح اموات کا کم کرنا، لیکن غالباً اس سے بھی زیادہ ضروری یہ امر ہے کہ ان کو ایک بہتر زندگی گذارنے کے مواقع مہیا کئے جائیں۔ ان کا خیال ہے کہ جن ماؤں کے اتنے بچے پیدا ہوتے ہیں کہ ان کی اپنی صحت بھی خراب ہو جاتی ہے اور جن کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ ان کے ہاں کم بچے پیدا ہوں وہ بھی اگر صحیح معنوں میں بچوں کی نگہداشت شروع کر دیں اور ہر بچے کو ایک خاص شخصیت سمجھیں نہ کہ ایک چیز جسے کسی وقت بھی ٹالا جاسکتا ہے۔ تو یقیناً ان کے ہاں بچے کم پیدا ہوں گے یعنی اتنے زیادہ نہیں پیدا ہونگے کہ ان کی اپنی صحت خراب ہو جائے۔

تھائی لینڈ میں اس سکیم کا تجربہ کیا گیا ہے اور بڑے حوصلہ افزا نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر بریزلٹن کا کہنا ہے کہ وہاں بچوں کی صحت بھی اچھی ہوگئی۔ بچوں کی شرح اموات بھی کم ہوگئی اور عورتوں کے ہاں ضرورت سے زیادہ بچے پیدا ہونے بند ہوگئے۔ ان کا تو یہ بھی کہنا ہے کہ وہاں پر بچے عام طور پر پہلے کی نسبت زیادہ ذہین ہوگئے۔ انہوں نے آریزونا میں بھی کام کیا ہے۔ وہاں بھی وہ کہتے ہیں کہ نتائج حوصلہ افزا تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں عام طور پر مہذب یا متمدن معاشرہ اپنے سے بہت گرا ہوا پاتا ہے۔ لیکن ان لوگوں نے اس پراجیکٹ پر نہایت صحت مندانہ طریق پر عمل کیا اور اس کے بہتر نتائج حاصل کئے۔ جب یہاں کی ماؤں کو بچوں کی نگہداشت کے طریق بتائے گئے تو ان کی حیرانی کی کوئی حد نہ رہی کہ انہوں نے ہر بچے کو ایک خاص فرد کی حیثیت سے پالا اور اس میں انتہائی خوشی محسوس کی۔ اس ساری پراجیکٹ کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ ماؤں کو یہ سکھایا جائے کہ وہ بچوں کے ساتھ نہایت قریبی تعلق پیدا کریں اور اسے مستحکم بنائیں۔ ماں بچے کی پیدائش کے فوری بعد اسے دیکھے اور اسے اپنا لے۔

ڈاکٹر بریزلٹن بچوں کی نفسیات کے بہت بڑے ماہر ہیں۔ آپ نے دنیا کے مختلف ممالک کا دورہ کر کے وہاں کے بچوں اور ماؤں کی نفسیات کا مطالعہ کیا ہے، اور اس سے نہایت اہم نتائج اخذ کئے ہیں۔ آپ چین بھی گئے ہیں اور جاپان بھی۔ زیمبیا بھی گئے ہیں اور کینیا بھی۔ یونانی جزائر میں بھی گئے ہیں اور مائین انڈینز میں بھی۔ اس طرح آپ میکسیکو میں بھی گئے ہیں۔ انہوں نے ان سب جگہوں کے بچوں اور ماؤں کا تقابلی جائزہ بھی لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کوتو جو جاپان کی مملکت میں ایک جزیرہ ہے وہاں پر انہیں عجیب تجربے ہوئے۔ اس جزیرے پر مچھلیاں پکڑنے والے لوگ رہتے ہیں۔ یہاں پر ماں اور بچے کا آپس میں رابطہ دنیا کی بہت سی دوسری جگہوں سے بہت حد تک مختلف پایا گیا۔ یہاں کے بچے نہایت خاموش بلکہ اتنے خاموش کہ سوچا بھی نہیں جاسکتا۔ اور نہائت نازک جیسے بالکل چھوٹی سی گڑیا پُتلی ہو۔ لیکن ہاتھ اور پاؤں بہت چلاتے ہیں۔ وہ آرام سے لیٹے رہتے ہیں اور خوب اچھی طرح دیکھتے اور سُنتے ہیں، اور وہ ایسا ایک لمبے عرصے تک کر سکتے ہیں۔ ان کی مائیں انہیں خاموش رکھتی ہیں۔ اور پہلے مہینے میں انہیں خوب کپڑوں سے باندھ کر رکھا جاتا ہے۔ ایسا ہی مائیں خود بھی کرتی ہیں۔ اور ان ایام میں دوسرے لوگ ان ماؤں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں۔ جیسا کہ چھوٹے بچوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ باتیں بھی ایسی زبان میں کی جاتی ہیں جسے بچوں کی زبان کہا جاسکتا ہے۔ ہم اسے توتلی زبان بھی کہہ سکتے ہیں۔ اور مائیں ان دِنوں میں جواب بھی اسی توتلی زبان میں دیتی ہیں۔ نتیجۃً بڑے ہو کر یہ لوگ نہائت خاموش اور ٹھنڈے دل دماغ کے ہوتے ہیں۔ ٹوکیو میں بچے بہت زیادہ پھرتیلے اور بہت کم عرصہ کسی کی طرف دیکھنے والے پائے گئے۔ بڑے شہروں کی گہما گہمی بچوں پر بھی خوب خوب اثر انداز ہوتی ہے،

ڈاکٹر بریزلٹن نے تدریس کا کام بھی کیا ہے اور تحقیق کا بھی۔ کتابیں بھی لکھی ہیں اور کلینک میں بیٹھ کر وہ ماؤں کو بچوں کی نگہداشت کے سلسلے میں مشورے بھی دیتے ہیں۔ ان کا اپنا کلینک ہارورڈ یونیورسٹی میڈیکل سکول کے بالکل قریب ہے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں وہ کسی وقت تدریس کا کام بھی کیا کرتے تھے۔ اتنا ڈھیر سارا کام کرنے والے شخص کے متعلق یہ بھی امکان ہو سکتا ہے کہ اس کی طبیعت چڑچڑی ہو جائے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ ڈاکٹر بریزلٹن ایک ہنس مکھ انسان ہیں اور ہر شخص سے مسکراہٹ کے ساتھ ملتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن ان کا بیٹا ان کے پاس آیا اور کہنے لگا ابو! آپ کا نام ڈونلڈ ٹرمپ کے ساتھ چھپا ہے اور وہ اس لئے کہ آپ اور ٹرمپ دو ایسے شخص ہیں جن کے متعلق لوگ چاہیں گے کہ وہ ان کے ساتھ رہیں۔ خاص طور پر جب کسی دور دراز جگہ پر اکیلے رہنا پڑے۔ جب وہ امریکہ میں ہوتے ہیں تو اپنے کلینک کے کام کے علاوہ اس مہم میں بھی حصّہ لیتے ہیں کہ سیاسی لوگوں سے شب و روز ملاقاتیں کر کے ان کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کروائیں کہ ملکی قوانین کو زیادہ سے زیادہ سخت کر کے نوجوانوں کو منشیات سے بچانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ وہ کہتے ہیں اگر ہم نے اس طرف توجہ نہ کی تو نتائج نہائت خطرناک ہونگے۔ اور وہ منشیات سے بچانے کے اقدامات کا آغاز بچپن سے ہی کر دینا چاہتے ہیں تاکہ نوجوانی اور جوانی میں ان بچوں کو منشیات کی طرف توجہ پیدا نہ ہو۔ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ چونکہ خاندان ٹوٹ رہے ہیں، اور چھوٹے سے چھوٹے خاندان کی طرف زیادہ توجہ دی جا رہی ہے۔ اس لئے ایک دوسرے کا خیال رکھنا مشکل ہو گیا ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ بڑے بوڑھے بچوں کا خیال نہیں رکھ سکتے۔ جس کا نتیجہ بہت حد تک بے راہ روی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

یورپ کی بات کرتے ہوئے وہ سویڈن پر اپنی امیدیں لگاتے ہیں کہ وہاں پر شائد بچوں کی نگہداشت کا کام بہتر اور جلد تر ہو سکے گا۔ اسی طرح جاپان میں بھی چونکہ فیملی سسٹم ایسا ہے کہ وہ بچوں پر نگاہ رکھتے ہیں۔ انہیں بتاتے ہیں کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ اور پھر وہ بچوں کا خیال رکھتے ہیں۔ اس لئے وہاں پر بھی بچوں کی نگہداشت کا پروگرام زیادہ بہتر طریق پر سرانجام پا سکے گا۔ امریکہ کی بات کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں۔ کہ غریب علاقوں میں جو بچے پیدا ہوتے ہیں ان میں سے کم از کم ۲۵ فیصد پیدائش کے وقت ہی نشے کی عادت لے کر اس دنیا میں آتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دونوں والدین یا ان کا والد اتنا نشہ کرتے ہیں کہ بچہ پیدائش کے وقت ہی سے منشیات کا عادی سمجھا جاسکتا ہے۔ اور یہ کیفیت ایسی ہے کہ ہر شخص کو اس سے جہنم کی طرح کا خطرہ نظر آنا چاہیئے۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اگر ہم نے اپنے بچوں کی حفاظت نہ کی تو یقیناً نتائج ایسے ہی ہوں گے جیسے کہ ہمیں جہنم میں دھکیل دیا گیا ہے۔

سانحہ ارتحال

میری والدہ محترمہ امۃ الرحیم صاحبہ اہلیہ مرزا انور بیگ صاحب مورخہ ۲۲، ۲۳ جولائی کی درمیانی رات بقضاءِ الٰہی وفات پاگئی ہیں۔

احباب جماعت اور بزرگان احمدیت سے دعا کی درخواست ہے کہ خدا تعالیٰ والدہ صاحبہ کے درجات بلند کرے اور اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ہمیں ان کی نیکیوں کا وارث بنائے۔

مرزا اسلم بیگ۔ ربوہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روح افزا حیدر

سر چوہدری ظفر اللہ خاں

کچھ یادیں ، کچھ باتیں

؎ مقام شوق ترے قدسیوں کے بس کا نہیں
انہیں کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد

۲ ستمبر صاحبو! رت تو پت جھڑ کی طرح پرانی سے نئی میں بدلتی رہتی ہے۔ یہ زرد زرد پگھلے سونے جیسے پریشان پتے پھر اپنی ٹہنیوں پر زمرد گوں ہو جاتے ہیں اور باغوں میں دوبارہ ہریالی ہو جاتی ہے.. مگر صدی گزر جائے تو پلٹ کر نہیں آتی ... آج صبح کا اخبار پڑھ کر یوں محسوس ہوا کہ ایک پوری صدی نگاہوں کے سامنے سے یوں گئی کہ جیسے ہوا کا ایک جھونکا ہو۔

محترم چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان کے نام سے کتنی بھولی بسری یاد تازہ ہو گئی سوچا کہ اپنے وطن کے پہلے وزیر خارجہ کی خدمت میں سفارت کاروں کے قبیلہ کے ناطہ سے ایک حقیر سا خراجِ عقیدت پیش کرنے کی کوشش تو کر دوں .. سر ظفر اللہ اب تک وہ واحد پاکستانی ہیں جو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے صدر منتخب ہوئے اور پہلے ہی پاکستانی ہیں جو ہیگ میں انصاف کی عالمی عدالت کے جج بہت عزت و وقار سے بنائے گئے۔ اس مضمون میں مجھے ان کی ذہنی صلاحیتوں کا جائزہ نہیں لینا بلکہ مجھے تو آج ماضی کی ان راہوں پر دوبارہ چلنا ہے جن راہوں پر خوش قسمتی سے ان کا سامنا ہو گیا۔ حسنِ اتفاق سے کئی ذرے بھی آفتاب کی ضو میں آجاتے ہیں کبھی کبھی اقبال، فیض اور چوہدری صاحب جیسے لعل ہائے گراں مایہ کا تعلق سیالکوٹ سے تھا۔ میرے والد میر عزیز الدین بھی چوہدری صاحب کی تحصیل سے تھے اور یوں ان کی دوستی تو اس زمانے سے تھی جب وہ بلوچستان سروس سے ریٹائر ہو کر اپنے شہر سیالکوٹ آ گئے تھے۔ البتہ جب بھائی خورشید زمان نے لاہور میں وکالت کرنا چاہی تو میرے والدین لاہور آ گئے۔ یہاں چوہدری صاحب نے بھائی جان کی رہنمائی کی ہو گی۔ بچپن کے اپنے میکلیگن روڈ والے گھر میں انہیں بہت قریب سے دیکھا تھا تو ایک سادہ سے منکسر مزاج، علم دوست مشفق سے انسان تصور میں آتے ہیں خیر صاحب وہ تو پرانی بات ہوئی ...

بچپن گیا لڑکپن آیا تو والد نے ماڈل ٹاؤن میں گھر بنوا لیا اور ہم ٹمپل روڈ سے وہاں آ گئے۔ بلاک میں ہندو مسلم، سکھ عیسائی سب ہی کے گھر تھے جی بلاک سوسائٹی کے دفتر کے عین مقابل سرکلر پہ پیلے رنگ کی ایک شاندار کوٹھی تھی۔ بلکہ کوٹھی سے زیادہ جے پور کے راجواڑے کے محل جیسا ایک بنگلہ تھا۔ عقب میں باغ قسم قسم کے پھولوں اور پھلدار درختوں سے لدا پھندا اس سڑک پر اندر کی طرف چوہدری صاحب کی خوشدامن کی شاندار کوٹھی تھی۔ جن کی چھوٹی صاحبزادی (بیگم جنرل نذیر) سے کافی دوستی ہو گئی۔ ابھی کالج نہیں کھلا تھا۔ دسویں کے امتحان کے بعد وقت فراواں رہتا ہے اس لئے اکثر باجی کے ہاں بھی آنا جانا رہتا

صاحب وہ جو شہر لاہور کا مشہور گورنمنٹ کالج ہے نا اس کے علمی رسالہ کا نام بھی تو راوی ہے۔ آج ہی اخبار سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چوہدری صاحب اس کے سب سے پرانے "راوین" یعنی لکھنے والے تھے۔

یوں تو راوی کے کئی نامور لکھنے والے پطرس، صوفی تبسم ن م راشد، پوکرامت، حفیظ ہوشیارپوری، ڈاکٹر امداد حسین اور فیض صاحب بھی رخصت ہوئے اور اب ؎

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

پطرس کے ذکر سے یاد آیا کہ اپنی خانہ بدوشی کے سلسلہ میں جب ہماری دوسری بار لندن پوسٹنگ ہوئی ۱۹۵۹ء میں دہلی سے تو ان دنوں سب ہی نے بخاری صاحب کی رحلت پر چوہدری صاحب کا ایک دکھ بھرا بیان پڑھا جس میں انہوں نے فارسی کے اس مصرع کا حوالہ بھی دیا تھا۔ ٹھیک الفاظ تو یاد نہیں غالباً یوں تھا کہ

مینا از گرمیٔ صہبا گداخت

۱۹۴۷ء میں دہلی میں چند پر آشوب ماہ گزارنے کے بعد ہم سات جنوری ۱۹۴۸ء کو سمرسٹ ہاؤس کراچی سے عازم واشنگٹن ہوئے۔ سجاد ہاشمی میاں اور میں، ہم تو اپنی پوسٹنگ پر جا رہے تھے۔ مگر ساتھ میں پاکستان کا سب سے پہلا وفد تنازعہ کشمیر کو سلجھانے کے لئے چوہدری ظفر اللہ خان کی قیادت میں ہم سفر تھا۔ وفد کے دوسرے ارکان میں چوہدری محمد علی، اختر حسین اور وسیم ایڈووکیٹ جنرل تھے۔ وہ تاریخی سفر بھی یاد ہی رہے گا۔ ہمارا یہ جہاز دھیرے دھیرے اٹکھیلیاں کرتا ہوا دس جنوری کو نیویارک پہنچا۔ دمشق کے بعد ہی جہاز طوفان باد و باراں میں گھر گیا۔ صاحب جہاز کے اندر بجلی کوند کوند جاتی رہی دل ناداں ہراساں تو کافی ہوتا مگر یہ دیکھ کر سنبھل سا گیا۔ اور ڈھارس سی بندھ گئی کہ چوہدری محمد علی برابر کی دائیں صف پر بیٹھے قرآن پاک کی تلاوت میں یوں اطمینان سے مشغول ہیں کہ جیسے کہ مطلع ہر طرح سے صاف ہو اور باقی سب خیریت ہو ادھر ان سے اگلی نشست پر چوہدری محمد ظفر اللہ گہری نیند سوتے نظر آئے گرد و نواح کی وحشت سے بالکل کنارہ کش۔

گھنٹوں بعد آسمان صاف ہوا تو کسی راہی نے چوہدری ظفر اللہ سے پوچھا چوہدری صاحب آپ کیسے سوئے رہے۔ جہاز کے اندر اسقدر شور اور زیر و بم میں رہا؟ نہایت طمانیت سے فرمایا۔ اندیشہ کی کیا بات تھی میاں! نیویارک نہ پہنچ پاتے تو اللہ میاں کے ہاں پہنچ جاتے۔

بارے جان میں جان آئی کہ استنبول کا ساحل قریب آ رہا تھا۔ استنبول میری محبوب قوم ترکوں کا شہر۔ میرے خوابوں کی دنیا۔ ایئرپورٹ پر قدرے قیام کیا۔ لاؤنج میں ترک قہوہ پی لیا اور دریچہ سے باہر باسفورس کا فیروزی جھالر نما لہروں کو چاند جیسی جھاگ سے آنکھ مچولی کھیلتے دیکھنے لگی... کہ چوہدری صاحب محترم ٹہلتے ٹہلتے ادھر آ نکلے۔ سجاد نے میرا تعارف کروایا۔ بھائی جان خورشید زمان کا نام لیکر مسکرا کر وہ ملائمت سے بولے۔ ہاں میں جی جی کو اچھی طرح جانتا ہوں۔

ہمارا جہاز لندن پہنچا تو اس کا انجن خراب ہو گیا۔ ائرپورٹ پر وہاں ہمارے ہائی کمشنر رحمت اللہ صاحب اور منیر الدین احمد مع دیگر سٹاف کے وفد کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ ایک دن ایک رات ایک ہوٹل میں گزارا۔ بی بی سی کا دفتر دیکھا۔ سجاد کے شملہ کے پرانے دوست چوہان صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اس پرانے سفارت خانہ بھی گئے۔ بارے لندن سے اڑے تو ایک اور شہر میں کافی رکنا پڑا اور پھر جو آگے بڑھے تو کولمبس کی دنیا کے قریب ہی ایک ہوائی اڈے پر اترے تو برفباری اس قدر شدید تھی کہ ناچار وہاں بھی ایک قریب ہی سرائے میں رات بسر کرنا پڑی۔ جب صبح کے ناشتہ کے بعد برفباری تھمی تو وہاں سے چلے اور خدا خدا کر کے جب شام سرمئی ہو چکی تھی تو اچانک اک روشنی کے سمندر میں دھیرج سے اترنا شروع ہوا۔ صاحب یہ نیویارک تھا نئی دنیا.. وہاں خیر مقدم کے لئے جناب مرزا حسن اصفہانی خندہ پیشانی سے موجود تھے۔ قائد کے ان نوعمر ساتھی سے یہ ہماری پہلی ملاقات تھی پھر سالوں ان کا ساتھ رہا۔ ان کی رفاقت اور عظمت کا نقش کبھی نہ مٹنے والا ہے..

سو فیصد صاحب تو چوہدری صاحب اور دوسرے معزز ممبران کو اپنے ہمراہ ہوٹل لے گئے۔ ہمیں نیویارک کے پاکستانی قونصل جنرل شفیع صاحب کے ساتھ قونصلیٹ بھجوا دیا۔ جہاں چائے پی کر اسی شب ریل میں بیٹھ کر واشنگٹن کے لئے روانہ ہوئے ریل بھی ہمیں سست رفتار ہی ملی۔ اتفاق سے اور رات کے ساڑھے بارہ بجے ہم منزلِ مقصود پر پہنچے۔

اقوام متحدہ کے اجلاس کے وقفہ کے دوران چوہدری صاحب اور ان کے ساتھی واشنگٹن بھی آئے اپنے سفارت خانہ کو دیکھنے جو کہ اس وقت عارضی طور پر ایک ہوٹل کے دو چار کمروں تک محدود تھا۔ سفارتکار بھی دو چار ہی تھے مگر کام کی لگن بے پناہ تھی مرزا حسن اصفہانی نے ہر ایک بچے بڑے کے دل میں وطن کی محبت اور اس کے روپ کو سنوارنے کا ایک لازوال جذبہ پیدا کر دیا تھا صاحبو! وہ کیسے انوکھے اور سنہرے دن تھے۔ نہ معلوم کہاں گئے۔

سجاد کی درخواست پر چوہدری صاحب نے ایک شب ہمارے ہاں کی دعوت منظور کر لی۔ اور ہماری عزت بڑھائی۔ عزت افزائی تو ہوئی مگر صاحب اب پکائے کون۔ اتنے بہت سے پکوان اپن کو تب کھانا وانا پکانا کچھ نہیں آتا تھا۔ دعوت سے پانچ روز پہلے ہی تیاری شروع کر دی۔ آلو جو چار دن پہلے سے چھین کر فرج میں رکھے تو پکاتے وقت وہ نکلے ہرے کچور... بہرحال دسترخوان کو سامنے رکھ کر کچھ گزارا ہو ہی گیا۔ اور بھائی اختر حسین کے میٹھے ٹکڑے تو لاجواب بنے تھے۔ ویسے کمال اس میں زعفران کا تھا جو خدا عربوں کا بھلا کرے کہ خود تو وہاں سے بوریا بستر باندھ لائے مگر اندلس کو زعفران زار بنا گئے۔ طبق ماشت اصفہانی صاحب کو پسند آئے۔ جو میں نے حیدرآباد دکن میں سعید بھائی کے ہاں سیکھا تھا اور حیدرآباد ہی میں آلو کی کھیر بھی جو چوہدری صاحب کو اچھی لگی (ایسے ہوئے آلوؤں کے پیکٹ آسانی سے وہاں مل جاتے تھے)

دوسرے سال بھی اسی فردوس گم گشتہ یعنی کشمیر کی گتھی کو سلجھانے کے لئے نیویارک گئے۔ تو اصفہانی صاحب کی دعوت پر واشنگٹن بھی آئے۔ چوہدری صاحب سے کھانے کے دوران شہرِ خوباں یعنی لاہور کا ذکر چلا تو اصفہانی صاحب نے میری طرف دیکھ کر چھیڑتے ہوئے کہا کہ لاہور کی سب سے زیادہ دلدادہ تو یہ ہیں۔ میں نے تنک کر کہا کیوں چوہدری صاحب کیا یہ درست نہیں کہ لاہور کے مال روڈ کی دلفریبی باوقار ہائی کورٹ سے لیکر اس کی شاندار بلڈنگ جو قطار در قطار ہیں اور چڑیا گھر لارنس گارڈن (باغ جناح) سے ہریالی نیرنگِ قلب و نظر میں کھبی جاتی ہے کہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جس کا کوئی جواب ہی نہیں۔ ہنس کر کہنے لگے ہاں بھئی لاہور تو لاہور ہی ہے۔

واپس کراچی آئے تو فارن آفس کی تقریبات میں گاہے بگاہے ملاقات ہوتی رہی ایک بار چھٹی پر گھر آئے تو ان کی چھاؤنی کی شاندار کوٹھی میں عزیزہ استل کی شادی میں بھی شرکت کی۔

۱۹۵۹ء میں ہم دہلی سے لندن گئے تو ایک ہفتہ کی چھٹی پر بلجیم اور ہالینڈ گئے۔ بلجیم میں حفیظ اور اقبال اطہر صاحب اکبر طیب جی اور ثریا تھے۔ ہالینڈ میں بیگم لیاقت علی خان سفیر تھیں اور بھائی شاہنواز قونصلر۔ ہم گلو کے ہاں ہی ٹھہرے۔ جناب چوہدری صاحب سے ملنے گئے تو بہت تپاک سے ملے اور سجاد اور عشمی کو ساتھ لے کر عالمی عدالت انصاف کا کونا کونا خود دکھایا۔

ہمارے لندن کے قیام کے دوران جب لندن آتے سجاد کے پاس ضرور آتے اور خوب گپ شپ رہتی۔ سجاد بتاتے ہیں کہ پہلے تو کافی شوق سے پیتے تھے۔ پھر دودھ میں شہد ڈال کر پینا ان کا معمول تھا۔ حسن اتفاق سے کل ہمارے ہاں آغا شاہی صاحب آئے ہوئے تھے۔ وہ بھی یہی بتاتے رہے۔

باتوں باتوں میں ان کے ذوق مزاح کا ذکر چلا ان میں بہت نفیس و لطیف حس مزاح تھی۔ سادگی اور سنجیدگی کے ساتھ ساتھ بقول سجاد چوہدری صاحب اور ہمارے پہلے فارن سیکرٹری اکرام اللہ صاحب دونوں میں یہ ندرت تھی کہ کراچی کے وہٹیا پیلس والے آفس میں کام کا کتنا ہی بار صبح سے رات تک کیوں نہ ہو اکرام اللہ صاحب فائل پر سے نظر اٹھا کر کوئی ہلکا پھلکا جملہ سنا کر تمام تھکن اتار لیتے۔ بیٹھے بیٹھے کوئی بھلا سا شعر یاد آجاتا یا کوئی لطیفہ تو سجاد کو مخاطب کر کے کہتے۔۔۔ سنو تو۔۔۔

چوہدری صاحب کو بھی ہم مذاق دوستوں کی محفل میں لطیفے سننے اور سنانے بہت پسند تھے۔ بقول جناب ذاکرام اللہ) ایک دفعہ جنگ عظیم کے دوران یہ لوگ لندن سے نائجیریا ہوتے ہوئے ہندوستان آرہے تھے۔ بنگال کے سر عزیز الحق بھی ہمراہ تھے۔ نائجیریا میں کانو کے مقام پر انہوں نے پڑاؤ کیا۔ قریب ہی ایک مسجد نظر آئی۔ محل وقوع کو دیکھتے ہوئے چوہدری صاحب نے ایک لطیفہ سنایا جو ان کے ذوق لطیف کا اک نادر نمونہ تھا۔

ستمبر ۱۹۶۱ء میں جب سجاد اپنی پہلی سفارت پر بغداد گئے تو چوہدری صاحب کا بہت محبت آمیز مبارک کا خط ملا۔ بلند انسان وہ ہی ہوتے ہیں جو پھلدار درخت کی مانند سرنگوں ہو کر چھوٹوں پر اپنی شفقت کی شبنم برساتے ہیں۔۔ جیسے برکھا کی پون۔۔۔

سجاد سے بارہا ملاقات ہوئی۔ اپنی دوستانہ باتوں سے نوازا۔۔۔ مگر کبھی بھی اپنے ذاتی عقائد کا نہ کہیں ذکر کیا اور نہ کسی پر دباؤ ڈالا۔ ہر ایک کے ذاتی عقیدے اس کے اپنے ہوتے ہیں۔ مذہب کا معاملہ بھی خدا اور اس کے بندہ کے مابین ہے

عرب ممالک سے لوگ خصوصاً تیونس اور فلسطین کے عرب ان کی بے پایاں اور بے لوث خدمت کے لئے تہہ دل سے ان کے ہمیشہ ممنون اور قدر دان رہیں گے۔ سجاد بتاتے ہیں کہ تیونس کے وفد کو جب امریکہ ویزا نہیں دیتا تھا۔ چوہدری صاحب نے ان کے لئے پاکستانی پاسپورٹ بنوا کر انہیں یو۔ این او سے ویزا دلوایا۔

جب ہم قاہرہ سے دہلی ۱۹۶۸ء میں گئے تو وہاں ہندوستان اور پاکستان دوستی کی ایک انجمن تھی جس کے روح رواں جے پرکاش نرائن اور جے جے سنگھ تھے۔ آزادی سے پہلے جے جے سنگھ امریکہ میں ہندوستان کی آزادی کا پرچار کیا کرتے ایک منجھے ہوئے جرنلسٹ کی حیثیت سے یہ دونوں اکثر ہمارے ہاں آتے۔ جے جے کی معصوم بیٹی صرف سبزی کھاتی تھیں۔ اس لئے جس دن وہ آتیں میں اپنے ہاتھ سے ان کے لئے سبزی کی ترکاریاں بناتی۔

جے جے سنگھ نیویارک میں چوہدری صاحب کے بہت قریبی دوست رہے ہیں۔ اور ان کی قابلیت کے بہت مداح تھے۔ وہ یہاں تک کہتے تھے کہ ہم نے پنڈت جی سمیت بہت کوشش کی کہ وہ انڈیا آجائیں کہ قادیان بھی یہاں ہے مگر چوہدری صاحب ایسے سچے اور کھرے پاکستانی تھے کہ وہ ان کے جال میں نہیں آئے۔

اس وقت میرے سامنے میز پر ان کی کئی کتابیں پڑی ہوئی ہیں۔ مگر میرا قلم ان کے علم و فضل کا احاطہ نہیں کر سکتا کہ یہ بڑے بڑے دانشوروں کا کام ہے اور شاید کسی مستقبل کے مؤرخ کا۔

میں تو بقول فیض صاحب اپنا یہ مقدس فرض چکانا چاہتی تھی فقط۔۔۔ علامہ اقبال کہہ گئے ہیں۔ ؎

یہ ہے خلاصۂ علم قلندری کہ حیات
خدنگ جستہ ہے لیکن کماں سے دور نہیں

(بشکریہ "جنگ" ۹ ستمبر ۸۵ء)

شذرات

فلیٹ سٹریٹ

انگلستان میں فلیٹ سٹریٹ گزشتہ دو سو سال سے اس بات کے لئے مشہور تھی کہ انگلستان کا ہر بڑا اخبار فلیٹ سٹریٹ ہی سے چھپتا تھا۔ گزشتہ چند سالوں میں سب سے زیادہ باوقار اخبار "ٹائمز" کو یہ حادثہ پیش آیا کہ انہوں نے اپنے پریس میں جدید طرز کی مشینیں نصب کرنا چاہیں جن سے خودکاری کی وجہ سے بہت سے کارکن فارغ کر دیئے جانے تھے تو کارکنوں نے احتجاجی طور پر سٹرائیک کر دی۔ یہ اخبار جو تقریباً ۱۵۰ سال سے باقاعدگی کے ساتھ چھپ رہا تھا اس کی اشاعت میں رکاوٹ پڑ گئی۔ انتظامیہ اور کارکنوں کے درمیان کئی دفعہ گفتگو ہوئی لیکن بے نتیجہ۔ خاصے لمبے عرصے کے بعد (اگر کسی روزنامے کو نہ چھپتے ہوئے کچھ مہینے گزر جائیں تو اسے یقیناً خاصا لمبا عرصہ کہا جا سکتا ہے) ٹائمز والوں نے اس بات کا انتظام کر لیا کہ وہ پرچہ فرانس میں چھاپیں گے اور وہاں سے لا کر انگلستان میں تقسیم کریں گے۔ لیکن کارکنوں نے دھمکی دی کہ اگر فرانس میں پرچہ چھپا تو جس پریس میں یہ کارروائی ہو گی اسے آگ لگا دی جائے گی۔ چنانچہ پرچہ فرانس میں بھی نہ چھپ سکا اور مزید کچھ ہفتوں کے لئے پرچے کی اشاعت رکی رہی۔ آخر کار کسی نہ کسی طرح پرچہ چھپنا تو شروع ہو گیا لیکن فلیٹ سٹریٹ (جہاں یہ پرچہ پہلے چھپتا تھا) سے انہوں نے اپنے پریس اور اپنے دفاتر کسی اور جگہ منتقل کر دیئے۔ یہ بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوا۔ اور آہستہ آہستہ دیگر اخبارات نے بھی فلیٹ سٹریٹ کو چھوڑنا شروع کر دیا۔ چنانچہ آخری پرچہ جو فلیٹ سٹریٹ کو چھوڑ کر کسی اور جگہ سے چھپنا شروع ہوا وہ "ڈیلی میل" ہے۔ اور گزشتہ ۳ تاریخ کو اس کا پہلا پرچہ کسی اور جگہ سے چھپا۔ ڈیلی میل کے ساتھ اور پرچے بھی وابستہ ہیں۔ "دی میل آن سنڈے"۔ "یور میگزین"۔ "ایوننگ سٹینڈرڈ" اب یہ سب کے سب پرچے فلیٹ سٹریٹ کو الوداع کہہ چکے ہیں۔ نئی عمارت جہاں سے یہ پرچے چھپنے شروع ہوئے ہیں وہ ۲۸ کروڑ پاؤنڈ کی لاگت سے تیار کی گئی ہے اور یہ روتھر ہائتھ ROTHERHITHE کے مقام پر پہلے یہ بندرگاہ کا ایک حصہ تھا جو شہر کے مشرقی علاقے میں واقع ہے۔

جہاں تک ان اخبارات یعنی میل اور اس کے ملحقہ اخبارات کے اداراتی دفاتر کا تعلق ہے وہ مغربی لندن میں کینزنگٹن میں لے جائے گئے ہیں۔

جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے فلیٹ سٹریٹ گزشتہ دو سو سال سے اس بات کے لئے مشہور تھی کہ ہر بڑا اخبار اسی جگہ سے چھپتا تھا اور جس طرح امریکہ میں وال سٹریٹ مشہور ہے اسی طرح لندن کی فلیٹ سٹریٹ بھی ساری دنیا میں مشہور تھی۔ یہاں پر جو چائے خانے تھے جرنلسٹ عام طور پر وہاں بیٹھ کر دنیا بھر کی باتوں پر تبصرے کیا کرتے تھے۔ اور اخباری چٹکلے یہیں سے جنم لیتے تھے۔ اب تمام اخبار بکھر گئے ہیں۔ کوئی یہاں کوئی وہاں۔ لندن میں اب کسی مقام کو اخبارات کے ساتھ نسبت نہ دی جا سکے گی۔ اخبار نویسوں کے چٹکلوں کی بات آئی ہے تو ایک چٹکلہ بھی ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ شام کے وقت اخبار کے دفتر سے فراغت حاصل کرنے کے بعد دو صحافی گھر واپس جا رہے تھے تو راستے میں یہ بات ہوئی کہ ان میں سے ایک کہنے لگا کہ فیچر آرٹیکل کوئی آسان کام تو نہیں خاصا سوچنا پڑتا ہے۔ دوسرا صحافی مسکرایا اور کہنے لگا: بھئی یہ بھی کوئی بات ہے خیالات تو اپنے ذہن میں موجود ہوتے ہیں موضوع کی ضرورت ہوتی ہے موضوع مل جائے تو مضمون خود بخود ذہن میں آنے لگتا ہے اور جھٹ پٹ لکھا جاتا ہے پہلا صحافی کہنے لگا یہ کیسے۔ دوسرے نے کہا اچھا کوئی بات بتاؤ اور کل اس پر فیچر آرٹیکل لے لو۔ پاس ہی ایک شخص سنگترے بیچ رہا تھا۔ پہلے صحافی نے کہا کہ اچھا اس سنگترے بیچنے والے پر فیچر آرٹیکل لکھو۔ اگلے دن فیچر آرٹیکل تیار تھا۔ اس میں خاص طور اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ وہ اپنے سنگتروں کی نمائش کس طرح کرتا ہے جو ذرا گل سڑ جاتے ہیں۔ انہیں کہاں رکھتا ہے اور جو زیادہ اچھے ہوتے ہیں انہیں کس طرح سامنے کی طرف رکھ کر لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور سنگترے ٹوکری میں ڈالتے ہوئے کس طرح کچھ آگے سے اور جلدی سے کچھ پیچھے سے بھی ایک دو اٹھا کر ڈال دیتا ہے۔ اور اس طرح کسی حد تک گلے سڑے سنگترے بھی اچھے سنگتروں کے

باقی صفحہ ۸ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آپ کا خط ملا

اخبار الفضل گاہے گاہے پڑھنے کو مل جاتا ہے۔ جب فری ٹاؤن جانا ہو تو محترم امیر صاحب اہتمام سے سب گزشتہ پرچے اکٹھے کر کے پڑھنے کو دیتے ہیں اور یوں تازہ حال احوال سے اطلاع ملتی ہے۔ ملفوظات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ، خطبات جمعہ اور دیگر مضامین گویا روحانی غسل کا کام دیتے ہیں۔ آپ کا اچھوتا اندازِ تحریر بھی خوب پسند کیا جاتا ہے۔ ہر نظم اور ہر تحریر اپنے اندر ایک پیغام رکھتی ہے۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے قلم کو اور برکت عطا کرے اور اس جہاد میں خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت ہمیشہ آپ کے شاملِ حال رہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو اس مصرعہ کا مصداق بنائے۔

ے سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

گذشتہ دنوں ۸-۶-۸۹ کو حکومت سیرالیون کی طرف سے ہمارے صد سالہ جشن تشکر کی یاد میں تین لیون کی یادگاری ٹکٹ جاری کی گئی ہے اس سلسلہ میں ۸-۶-۸۹ کو مرکزی ڈاک خانہ فری ٹاؤن میں ایک نہایت پروقار اور بارعب تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں ہماری سو سالہ خدمات کو نہایت احسن رنگ میں سراہا گیا MINISTRY OF POST AND TELECOMMUNICATION کے PERMANENT SECRETARY نے پہلی ٹکٹ خرید کر ٹکٹ کی عام خریداری کا اعلان کیا اور اس کے بعد ایک جم غفیر نے باری باری یہ یادگاری ٹکٹ خریدی دوست احباب یہ ٹکٹ اپنے عزیزان اور بزرگان کو یادگار کے طور پر بھجوا رہے ہیں۔ میں نے بھی اپنے دوستوں اور بزرگان کو بھجوانے کے لئے خریدی ہیں۔

آپ بھی میرے بزرگ ہیں۔ اس لئے آپ کی خدمت میں بطور تحفہ ۵ ٹکٹیں ارسال ہیں۔ آپ کی زیر امارت بھی سیرالیون میں مجھے خدمت کی توفیق ملی۔ مجھے اس دوران آپ کی شفقت اور مخلصانہ حوصلہ افزائی حاصل رہی ان تمام نوازشوں کی وجہ سے میرا دل چاہتا ہے کہ صد سالہ جشنِ تشکر کے موقع پر جاری ہونے والی اس ٹکٹ کی خوشی میں آپ کو بھی شامل کروں۔ لہٰذا ۵ ٹکٹوں کا یہ مخلصانہ نذرانہ ارسال خدمت ہے۔ قبول فرمائیں اور میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین کی توفیق دیتا رہے۔

مبارک طاہر۔ روکوپر
سیرالیون

"یہ فرقہ دنیا میں آشتی اور صلح پھیلانے آیا ہے"
(تریاق القلوب صہ ۳۹۹)

تعارف

اُردو ادب میں احتجاج

- مصنف — عتیق احمد
- ناشر — مکتبۂ عالیہ لاہور
- قیمت — ۳۵ روپے
- تبصرہ نگار — محمد عالم خان

اُردو ادب میں احتجاج کی روایت بہت قدیم ہے۔ جہاں کہیں بھی ظلم و بربریت کے سائے منڈلاتے رہے۔ مزاحمت اور مزاحمتی ادب اُس کے ردعمل میں تخلیق ہوتا رہا۔ تیسری دُنیا میں مزاحمتی ادب اپنے پورے تاریخی حوالوں سے عہد بہ عہد عوام دوست قوتوں کی جدوجہد کے ہاتھ مضبوط کر رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ادب میں اس احتجاج کی روایت کا تاریخی پس منظر میں جائزہ لیا جائے۔ عتیق احمد کی زیر تبصرہ کتاب اس اہم ضرورت کو پورا کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

عتیق احمد نے سترھویں صدی کے مغل ہندوستان سے اپنی گفتگو کا آغاز کیا ہے۔ اور انیسویں صدی تک کے احتجاجی ادب کی تاریخ کو نہایت تحقیق اور علمی پیرایۂ اظہار میں قلمبند کیا ہے۔

کتاب میں مغلیہ عہد کی سماجی صورتِ حال سیاست اور زبان و ادب کا تفصیلی پس منظر بیان کیا گیا ہے۔ بعد ازاں ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیام، اس کے عزائم اور ریشہ دوانیاں، اجارہ داریوں میں وسعت، جنگ پلاسی تک کے تاریخی حالات، اور اس کے ردعمل میں پیدا ہونے والے معاشرے کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے اور شکست و ریخت کے نتیجے میں تخلیق ہونے والے ادب کے احوال بھی زیر بحث لائے گئے ہیں۔

اٹھارھویں صدی کے نصف اوّل میں کمپنی کی حکومت کے واقعات پڑھتے ہوئے ایک گمان سر اُٹھانے لگتا ہے کہ شاید اس موضوع پر خاصی تفصیل سے پہلے بھی بحث ہو چکی ہے لیکن مصنف نے ایک دیانتدار اور ذمہ دار محقق کی حیثیت سے باری علیگ کی کتاب "کمپنی کی حکومت" کے نہ صرف حوالے دیئے بلکہ اُن دیگر کتب کا بھی ذکر کیا جن سے استفادہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا ادب میں احتجاج کی روایت پر مبنی اس کتاب کی صداقت، جامعیت اور اہمیت کی سند خود کتاب کے مندرجات ہیں۔

کتاب کے مطالعے سے جہاں ہمیں مزاحمتی ادب کی تحریک سے آگاہی ہوتی ہے۔ وہاں اس تشنگی کا شدت سے احساس ہوتا ہے کہ ادب میں احتجاج کی روایت کے تسلسل کو موجودہ عہد کے ادب تک لانا چاہیئے تھا۔ امید ہے کہ مصنف اپنے اس ادبی اور تاریخی فریضے کی انجام دہی کے لئے کچھ قدم اور بھی آگے بڑھیں گے۔ اور اس طویل مگر اہم مقالے کو وسعت دے کر اہم تاریخی ضرورت کو پورا کرینگے۔

ادب کے قارئین بالعموم اور مزاحمتی ادب تخلیق کرنے والے بالخصوص ان کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے ادب کی تاریخ مرتب کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے اور ایک بہت بڑی ذمہ داری قبول کی ہے۔ یقیناً ان کا یہ کام ادب کی تاریخ میں سنگِ میل ثابت ہو گا اور اہم تاریخی حوالہ قرار پائے گا۔

(بشکریہ "تخلیق")

دوا تدبیر ہے اور دُعا اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتی ہے / ہمدردانہ مشورہ اور قابلِ اعتماد اصولی علاج کیلئے

مطب ناصر دواخانہ (رجسٹرڈ) گولبازار ربوہ
پوسٹ بکس نمبر ۶۰ فون نمبر ۶۳۴

مکمل فہرست ادویہ مع جنتری مفید طبی معلومات پر مشتمل مفت طلب فرمائیں۔

کثرت پیشاب کورس — URINATION COURSE — ۴۰ روزہ کورس — قیمت ۴۰/-
بول بستری کورس — BED URIN COURSE — ۴۰ روزہ کورس — قیمت ۳۰/-
شوگر (ذیابیطس) کورس — DIABETES COURSE — ۴۰ روزہ کورس — قیمت ۸۰/-
پتھری گردہ کورس — KIDENY STONE COURSE — ۴۰ روزہ کورس — قیمت ۱۵۰/-
پتھری پتہ کورس — BILIARY COLIC COURSE — ۴۰ روزہ کورس — قیمت ۱۵۰/-

تفصیلی لٹریچر فری طلب کریں
کیور ٹو میڈیسن کمپنی۔ ربوہ گولبازار
فون سیلز ۷۷۱ / کلینک ۶۰۶ / رہائش ڈاکٹرز ۶۰۷

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

● کولمبیا کا عدالتی نظام اس وقت معطل ہو کر رہ گیا جب ۴۶۰۰ ججوں نے احتجاجاً کام کرنا چھوڑ دیا۔ جج اس برس کے دوران ۲۵ عدالتی افسروں کے قتل اور انکی حفاظت کیخاطر ناکافی انتظامات کے خلاف احتجاج کر رہے تھے۔

● پاک کالونی میں ایک لسانی تنظیم کے دو گروپوں میں فائرنگ کا تبادلہ ہُوا جس کے نتیجے میں ایک نوجوان کے مرنے کی اطلاع ملی ہے۔ ہنگامہ کرنے والوں نے ایک کار۔ بنیک اور ڈاکخانہ کو نذر آتش کر دیا۔ ٹریفک پر پتھراؤ کیا۔ پولیس نے بھی لاٹھی چارج کیا اور آنسو گیس پھینکی۔ ۵ آدمیوں کے زخمی ہونے کی بھی اطلاع ملی ہے۔

● ملتان ایئر پورٹ پر ایک سیسنا طیارہ پرواز کرتے ہی رن وے پر گر کر تباہ ہو گیا۔ انسٹرکٹر کیپٹن نجیب اور زیر تربیت مصطفیٰ منگسی بلوچ ہلاک ہو گئے۔

● تھانہ چوہنگ کی ہنجروال چوکی کی پولیس نے ایک شخص محمد اشرف عرف ٹیری کو چوکی میں تشدد کر کے ہلاک کر دیا۔ اے۔ ایس۔ آئی حاجی محمد اور دو کانسٹیبلوں کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کر دیا گیا ہے۔

★ ۔ سری لنکا کے صوبہ یو وی اے کے وزیر اعلیٰ پاری سمارا ویرا اور چار دوسرے افراد کو تخریب کاروں نے زخمی کر دیا۔ یہ حملہ وزیر اعلیٰ کی رہائش گاہ پر خود کار ہتھیاروں سے کیا گیا۔

★ ۔ صاحبزادہ یعقوب خان نے تہران میں ایرانی صدر اور وزیر خارجہ سے مسئلہ افغانستان کے معاملہ پر تبادلۂ خیال کیا۔ دونوں وزرائے خارجہ نے افغانستان میں ایک غیر وابستہ اسمبلی حکومت قائم کرنے کے لئے اعلیٰ سطحی رابطوں کی ضرورت پر زور دیا

★ ۔ آسام میں بدھ انتہا پسندوں نے مسلمانوں کی آبادیوں پر مسلح حملے کئے جس کے نتیجہ میں علاقے میں بہت سے گھر نذر آتش کر دیا گیا۔ تصادم پر قابو پانے کے لئے پولیس کو فائرنگ کرنا پڑی جس سے ۸ افراد ہلاک ہو گئے۔ علاقہ فوج کے حوالہ کر دیا گیا۔

★ ۔ ایرانی وزیر خارجہ علی اکبر ولایتی نے صاحبزادہ یعقوب خان نے مسئلہ افغانستان پر تبادلۂ خیالات کیا۔ دونوں وزرائے خارجہ نے افغانستان میں ایک غیر وابستہ اسمبلی حکومت قائم کرنے کیلئے اعلیٰ سطحی رابطوں کی ضرورت پر زور دیا۔

● امریکی کانگریس نے پاکستان کو ۶۰ ایف ۱۶ طیارے دینے کی منظوری دے دی ہے۔ دونوں ملکوں میں معاہدہ پر دستخط اگلے ماہ ہوں گے۔ پاک فضائیہ کو یہ طیارے حاصل ہو جانے کے بعد پاکستان کو سب سے زیادہ امریکی بمبار طیارے حاصل کرنے والے ملک کی حیثیت حاصل ہو جائے گی۔

● ایران کی حکومت اس بات کی خواہش مند ہے کہ پاکستان کے ساتھ اپنی تجارت کو بھی وسعت دے اور ٹیکنیکل امدادِ باہمی میں بھی قدم آگے بڑھائے اور اسی طرح کسانوں کا ایک دوسرے کے ملک میں دوروں کی صورت میں پروگرام مرتب کرے۔ ایران کے باشندے یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان سے وہ سائٹرس یعنی سنگترے وغیرہ کی قسم کے پھل اور آلو اور چاول درآمد کریں۔ لیکن چونکہ اس وقت ایران کی معیشت مستحکم نہیں ہے۔ اس لئے وہ زیادہ خریداری نہیں کر سکتے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ اس وقت ایران اپنے پہلے کوٹا سے بہت کم تیل نکال رہا ہے تاکہ آئندہ نسلوں کے لئے خاصی مقدار محفوظ رکھی جا سکے اور اس لئے بھی کہ وہ خور دو نوش کی اجناس میں خود کفیل ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔

● گذشتہ دنوں ملیشیا کے فوجی دفاع کالج کی ٹیم نے پاکستان کا ایک دن کا دورہ کیا۔ اس وفد کے سربراہ بریگیڈیئر جنرل داتو حاجی محمد علی بن ڈولا تھے۔ وفد نے تاریخی مقامات دیکھے جن میں بادشاہی مسجد، شاہی قلعہ، عجائب گھر اور شالامار باغ شامل ہیں۔ وفد کے جملہ افراد نے پاکستان کے ان تاریخی مقامات میں خاصی دلچسپی کا اظہار کیا۔

● بلوچستان کی حکومت نے زاہد ملک کی کتاب "عبدالقدیر خان اور اسلامی بم" پر سے پابندی اٹھالی ہے۔ نواب اکبر خاں بگٹی وزیر اعلیٰ بلوچستان سے اس کتاب پر سے پابندی اٹھانے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ اسلام آباد سے آئی ہوئی ایک نوٹ کے مطابق پابندی لگائی گئی تھی لیکن ہمارا خیال ہے کہ صوبے میں کسی کتاب پر کوئی پابندی نہیں لگنی چاہیئے۔ لوگ جو چاہیں لکھیں اور جو چاہیں پڑھیں۔

● بیجنگ میں دس مجرموں کو چنگ ڈو میں جو کہ چین کے جنوب مغرب میں واقع ہے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ان پر قتل چوری اور زنا بالجبر کے الزام تھے۔ عدالت نے ان دس افراد کو ۱۱ اور ۱۲ اگست کو چنگ ڈو جو سیچوان (SICHUAN) صوبے کا دارالحکومت ہے، میں سزا سنائی تھی

● صاحبزادہ یعقوب خان وزیر خارجہ نے گذشتہ جمعرات کے روز علی اکبر ولائتی ایران کے وزیر خارجہ سے افغانستان کے بارے میں بات چیت کی دونوں وزرائے خارجہ نے اس بات کی اہمیت کا اظہار کیا کہ ایران اور پاکستان کی آپس میں گفتگو جاری رہنی چاہیئے تاکہ کابل میں اسلامی حکومت قائم کی جا سکے۔

● صاحبزادہ یعقوب علی خان نے کہا کہ اس سلسلے میں تہران اور ماسکو کے درمیان بھی گفتگو ہونی چاہئے یہ گفتگو سارے خطے کے لئے جیسا کہ پاکستان کے لئے بھی مفید ثابت ہو گی

● صدر ہاشمی رفسنجانی نے جمعرات کے روز کہا کہ ایران یرغمالیوں کی رہائی کے لئے کوشش کرے گا۔ لیکن اس شرط پر کہ امریکہ زیادہ دوستانہ تعلقات کا اظہار کرے۔ یہ بات انہوں نے صاحبزادہ یعقوب خان سے کہی۔

بقیہ : فلیٹ سٹریٹ

ساتھ بک جاتے ہیں یہ مضمون نہایت دلچسپ تھا اور مفید بھی۔ جب چھپا تو اخبار کے دفتر میں سب صحافی اس سے محظوظ ہوئے اور کہنے لگے کہ بھئی یہ تو آپ نے خوب راز کی بات بتائی۔ اب ہم سنگترے خریدتے وقت ذرا ہوشیاری سے کام لیا کریں گے اور سنگترے فروش کو از خود ٹوکری میں سنگترے نہیں ڈالنے دیں گے کیسا رہا یہ چٹکلہ۔

(رجسٹرڈ)

حضرت حکیم نظام جان کا مشہور دواخانہ

نرینہ اولاد سے محروم
بے اولاد۔ اٹھرا
سوکھا۔ گرمی
گیس کا علاج کرنیوالے

حضوری باغ روڈ
نزد پرانی کوتوالی
ملتان

ہر ماہ کی ۲۵ سے ۲۷ تاریخ تک حکیم عبدالحمید اعوان مطب میں حاضر ہوتے ہیں